خاتم النبیین ﷺ کے دور مدنی میں اسلامی معاشرت کی بنیادیں

An Analytical Study of The Foundations of Islamic Society in The Madani Period of Muhammad (PBUH) Khatam-Ul-Nabieen

Suddah Karam
MPhil Scholar,
Department of Islamic Studies and Religious Affairs,
University of Malakand
Nosheen Karam
Lecturer in Islamic Studies at GGDC Dargai Malakand
PhD Scholar In Islamic Studies, Abdul Wali Khan University Mardan
Email: nosheenkaram33@gmail.com
Muhammad Irshad
MPhil Scholar In Islamic Studies,
Abdul Wali Khan University Mardan
Email: mirshadyounas04@gmail.com

Abstract

It is impossible to deny that before the arrival of the Mercy of the Universe, the Wise Mankind, and the Prophet of Mankind, the condition of humanity was in a terrible state. There was a period of ignorance and misguidance, oppression and violence reigned, and the exploitation and tyranny were on the rise. The market for looting was hot, so humanity as a whole was groaning. The mercy of God was excited and a bright sun shone from the peaks of Faran which Allah Almighty sent as a gift for all mankind. The era after the Messenger of Allah (PBUH) consisted of two stages, and the two eras brought the lesson of peace and security. After facing many hardships in Makkah, He was ordered to migrate by Allah Almighty. As soon as he arrived in Madinah, He (PBUH) created the foundations and values that pave and decorate the path of success for all humanity until the Day of Resurrection. Social solidarity and cooperation, the Covenant of Medina, mutual Counselling, friendships between refugees and helpers, good behaviour towards responsible people, construction of mosques and the foundations of the political system, these are the economic base and foundations .Who brought out the society and humanity immersed in ignorance and darkness from ignorance and put the antidote of Islam on its evils with the hands full of compassion, brought about the revolution with his good morals, the example of which is impossible in the history of the world. The same foundations are being mentioned in this Article.

Keywords: Foundations of Islamic Society, Madani Period, Muhammad Khatam-ul-Nabieen, Humanity, Refugees

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دور ہر زمانے کے لئے امن وامان وسلامتی کا دور رہا ہے، اور یہ دور تاریخ کا ایک اہم باب ہے، اس دور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نئے معاشرتی، سیاسی اور اقتصادی نظام کی بنیاد رکھی، مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف مسلمانوں کے لئے ایک مضبوط اور ہم آہنگ معاشرت قائم کی بلکہ مختلف مذاہب اور قوموں کے درمیان بھی امن اور تعاون کا ماحول فراہم کیا۔ مدنی دور کے اصلاحات نے نہ صرف عرب سوسائٹی کو تبدیل کر دیا بلکہ پورے کائناتی نظام کو بدل کر رکھ دیا اور ایک ایسا نظام مرتب کیا جس میں سراسر انصاف، ، برابری اور انسانیت کی خدمت کو اولیت دی گئی۔ ان اصلاحات میں معاشرتی تعلقات، معاہدے، ریاستی حکمت عملی، معاشی نظام اور عبادات کے اصول شامل ہیں، جنھیں آج بھی اسلامی معاشرت کی بنیادی ستون سمجھا جاتا ہے۔ ان اصلاحات کا مقصد صرف مسلمانوں کی فلاح نہیں تھا بلکہ پورے معاشرے کو ایک متوازن اور پائیدار نظام عطا کرنا تھا، جہاں ہر فرد کو اس کا حق ملے اور امن و سکون قائم ہو۔ ان اصلاحات اورامور کے پیش نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے قیام کے دوران بہت سے ایسے خدمات سرانجام دیئے، جن کا ذیل میں تذکرہ کیا جارہا ہے۔

اس تحقیق کو مندرجہ ذیل تین مباحث میں تقسیم کیا جارہا ہے۔

مبحث اول: مدنی دوراور اسلام

مبحث دوم: مدنی دور میں معاشرتی یکجہتی اور تعاون کی مثالیں

مبحث سوم: مدنی دور میں اسلامی اصولوں کی بنیادیں

(مساجد کی تعمیر، مؤاخات، دستور کی تحریر، شوریٰ،)

مبحث اول: مدنی دور اور اسلام

یہ بات معروف ہے کہ پہلا اسلامی معاشرہ مدینہ میں قائم ہوا تھا، نہ کہ مکہ میں۔ کیونکہ ہجرت سے پہلے مکہ میں مسلمان تھوڑے تھے، وہ کبھی وہاں رہتے اور کبھی اپنے دین کی وجہ سے وہاں سے ہجرت کر جاتے۔ اس وقت وہ طاقت اور تعداد میں اتنے نہیں تھے کہ ایک پورا معاشرہ قائم کر سکیں۔ اس لیے مکہ پہلا اسلامی شہر نہ تھا، بلکہ یثرب وہ شہر تھا جہاں پہلی بار اسلامی معاشرہ قائم ہوا۔[1]

ہجرت کا مقصد صرف فتنے سے بچنا اور استہزاء سے نجات حاصل کرنا نہیں تھا، بلکہ اس کا مقصد ایک نئے معاشرتی نظام کی بنیاد ڈالنا تھا جو ایک محفوظ ملک میں قائم ہو۔ اس لیے ہر مسلمان پر فرض تھا کہ وہ اس نئے وطن کی تعمیر میں اپنا حصہ ڈالے، اور اس کی حفاظت اور عظمت کے لیے کوشش کرے۔ بلاشبہ، رسول اللہ ﷺ اس معاشرتی نظام کے قائد اور رہنما تھے، اور تمام معاملات ان کے ہاتھ میں تھے۔

مدینہ میں جو مختلف اقوام تھیں، رسول اللہ ﷺ کی ان سے تین مختلف صورتوں میں ملاقاتیں ہوئی تھی، اور ہر ایک کے حالات دوسرے سے واضح طور پر مختلف تھے۔ اس کے علاوہ آپ کو ہر صنف کے افراد کے بارے میں مختلف مسائل درپیش تھے جو ان کے لیے مخصوص تھے۔

مسلمانوں کے لیے جو مسائل تھے وہ مدینہ کی حالات کے مطابق مختلف تھے، کیونکہ مدینہ میں آنے کے بعد مسلمانوں کے پاس اپنی تقدیر کو سنبھالنے کی طاقت تھی۔ مکہ میں وہ قریش کے ہاتھوں مجبور تھے، اور یہاں تک کہ ایک نیا اسلامی معاشرہ قائم کرنا ان کے لیے مشکل تھا۔ اس لیے مکی سورتیں بنیادی اسلامی اصولوں اور ان قوانین پر مرکوز تھیں جنہیں ایک فرد آسانی سے اپنا سکتا تھا، جیسے حسن سلوک، نیکی، اور برائی سے بچنا۔[2]

جب کہ مدینہ میں مسلمانوں کے ہاتھ میں اختیار تھا، وہ معاشرتی، اقتصادی، سیاسی اور جنگ و صلح جیسے مسائل کا سامنا کر رہے تھے۔ انہیں معاشرتی زندگی کے تمام پہلوؤں میں اسلامی اصولوں کو نافذ کرنا تھا، اور یہ کام نبی ﷺ کی رہنمائی میں ہو رہا تھا۔ اس دوران، مسلمانوں نے وہ تمام اصول اور قوانین سیکھے جو ایک اسلامی معاشرہ قائم کرنے کے لیے ضروری تھے۔[3]

یہ بات واضح ہے کہ ایک نئے معاشرتی نظام کو اس طریقے سے قائم کرنا ایک دن یا ایک مہینے میں ممکن نہیں تھا، بلکہ اس کے لیے ایک طویل عرصے کی ضرورت تھی، تاکہ قانون اور تعلیم کا انضمام ہو سکے اور اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی تربیت اور ثقافت بھی ترقی کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے اس تشریعی نظام کی ذمہ داری لی اور رسول اللہ ﷺ اس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے قائم تھے، اور مسلمانوں کی تربیت اور تعلیم کا کام بھی آپ کی رہنمائی میں تھا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ".[4]

"وہ اللہ ہے جس نے امیوں میں اپنے رسول کو بھیجا جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے، حالانکہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس علم اور رہنمائی کی طرف پورے دل سے متوجہ ہوتے اور اس سے خوش ہوتے تھے، جیسا کہ قرآن میں ذکر ہے:

" إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ".[5]

"مؤمن وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دلوں پر خوف طاری ہوتا ہے، اور جب ان پر اس کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے، اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔"

مبحث دوم: مدینہ منورہ میں معاشرت کے اصول

معاشرتی یکجہتی اور تعاون کی مثالیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس قاعدے کی بنیاد رکھی، وہ معاشرتی تعاون اور یکجہتی کا اصل تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" :

"مثل المسلمين في توادهم، وتراحمهم، وتعاطفهم مثل الجسد، إذا اشتكى منه عضوا، تداعى له سائر الجسد بالسهر والحمى[6]"

مسلمانوں کی مثال آپس میں محبت، رحم، اور ایک دوسرے کے لیے ہمدردی میں ایک جسم کی طرح ہے، اگر جسم کے کسی حصے کو تکلیف پہنچے تو سارا جسم جاگتا اور بخار کی حالت میں تکلیف محسوس کرتا ہے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" :

المؤمنون تتكافأ- أي تساوي –دماؤهم، ويسعى بذمتهم أدناهم، وهم يد على من سواهم[7]"

مومنوں کا خون ایک ہی ہے، ان کا ضمیر ایک ہی ہے، اور ان کے حقوق ایک دوسرے پر ہیں۔"

اسلامی معاشرت میں افراد اپنے مقصد اور نیت میں ایک دوسرے کے شریک ہوتے ہیں، اور وہ ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں تاکہ معاشرت کی بہتری کے لیے مل کر کام کر سکیں۔

"اور اس کا اثر اسلامی معاشرے پر یہ ہوا کہ اس میں فرد جماعت کی روح کے ساتھ چلتا تھا، اور اس کا ارادہ جماعت کی مفاد کو مد نظر رکھ کر ہوتا تھا، وہ اس کے بلند مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا تھا، اور اس مقصد کے حصول میں ایک مثبت کردار ادا کرنے کی خواہش رکھتا تھا۔ بلکہ اس کی خواہشات، آمال اور آرزوئیں اس "اسلامی معاشرے" کے افراد کی خواہشات سے ہم آہنگ ہوتی تھیں۔

یہ عمومی طور پر یکجہتی کا مفہوم ہے، لیکن حقیقت میں اس نئے یکجہتی کے مفہوم کی وضاحت کرنے والی مختلف صورتیں موجود ہیں،

جن میں اہم ترین صورتیں درج ذیل ہیں:

(ا): سماجی تکافل۔

(ب): اخلاقی آداب اور ان کے ضوابط۔

(ج): اسلامی معاشرے کے افراد کے درمیان شوریٰ۔

سماجی تکافل:

اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان فرد اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ یکجہتی محسوس کرتا ہے، اور مشترکہ عقیدہ، مفادات اور اہداف کے ذریعے ایک ہی معاشرے میں رہ کر ان بحرانوں میں اس کی مدد کرتا اور اس کے ساتھ شریک ہوتا ہے۔

لہٰذا اس اسلامی معاشرے میں تمام انسانی قوتوں پر لازم ہے کہ وہ افراد کے مفادات کی تحفظ کے لیے کوئی بھی کوشش کرنے میں پیچھے نہ رہیں، اور نہ ہی ان کی مشکلات حل کرنے میں تامل کریں، یہی وہ بنیاد ہے جس پر پیغمبر اکرم ﷺ نے بڑے اسلامی معاشرے کی بنیاد رکھی۔

رسول اللہ ﷺ نے اس مقام پر کئی اقوال اور ہدایات دیں جن پر سماجی تکافل کا اصول قائم کیا گیا، جن میں سے ایک قول یہ ہے:" أيما أهل عرصة- الحي والمكان- أصبح فيهم إمرؤا جائع، فقد برئت منهم ذمة الله تبارك و تعالى"[8] دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"من كان عنده فضل ظهر، فليعد به على من لاظهر له، ومن كان عنده فضل زاد، فليعد به من لازاد له"[9]

"جو شخص اپنے پاس اضافی کھانا رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ وہ اسے اس شخص کو دے جو اس سے محروم ہو، اور جو شخص اضافی سامان رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ وہ اسے اس شخص کو دے جس کے پاس کچھ نہیں۔"

یوں یہ نیا اسلامی معاشرہ یکجہتی اور تکافل پر قائم ہوا، جس میں ہر فرد ایک ہی جسم اور روح کی طرح ہوتا ہے، جو درد کو محسوس کرتا ہے اور اس میں شرکت کرتا ہے۔ شک نہیں کہ اس اتحاد و یکجہتی میں وہ شاندار تصویر جھلک رہی ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے دور کے معاشرے کی حقیقت کو واضح کیا۔ لہٰذا ایک مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اپنے بھائی کا ساتھ دے، اس کی مدد کرے، اس کی تکالیف میں شریک ہو، اور اس کے چہرے پر غم کی کیفیت کو دور کرنے کی کوشش کرے، جتنا بھی وہ اس کی استطاعت رکھتا ہو۔"

آداب اخلاقی و سلوکی اور ان کے ضوابط:

تکافل اور یکجہتی کے اصول کی بنیاد پر، رسول اللہ ﷺ نے ہر فرد کے چلنے کے طریقوں کو پرسکون، مہذب اور

منظم بنانے کے لیے اخلاقی و سلوکی آداب کے اصول وضع کیے۔ "اخلاقی اور سماجی سلوک کے آداب" کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ نے اپنی قولی اور فعلی سنتوں میں یہ خوبصورت آداب متعارف کرائے۔

حضرت عبد اللہ بن بسرؓ نے بیان کیا:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا أتى باب قوم لم يستقبل الباب من تلقاء وجهه، ولكن من ركبة الأيمن أو الأيسر، ويقول: ((السلام عليكم))[10]

جب رسول اللہ ﷺ کسی قوم کے دروازے پر آتے تو آپ دروازے کے سامنے نہ کھڑے ہوتے، بلکہ اپنے دائیں یا بائیں پاؤں سے دروازے کے قریب آکر السلام علیکم کہتے۔"

اور صحیحین کی ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ((لو أن أمرأ اطلع عليك بغير إذنك، فحذفته- أي: رميته- بحصاة ففقات عينه، ماكان عليك جناح)).[11]

"اگر کوئی شخص تمھاری اجازت کے بغیر تمھارے سامنے آجائے اور تم اُسے پتھر سے پھینک کر اس کی آنکھ پھوڑ دو، تو تم پر کوئی گناہ نہیں۔"

اس کے مقابلے میں، سماجی جرائم کے لیے حدود مقرر کی گئیں، اور ان حدود کو اس شدت سے نافذ کیا گیا جو ہر فرد کے مال اور عزت کے تحفظ کو یقینی بنائے، اور ان کا نفاذ اسلامی اُمّت کے کامیاب رہنما، ﷺ، نے کیا۔

اس لیے زنا کرنے والے مرد اور عورت کی سزا سخت رکھی گئی کیونکہ اس میں عزت پر حملہ، حرمت کی توہین اور معاشرے میں فحاشی کے پھیلاؤ کا خطرہ تھا، جو نسلوں کے بارے میں دھوکہ دہی پیدا کرتا ہے۔ اس لیے زنا کی سزا محصن (شادی شدہ) مرد و عورت کے لیے سنگساری (پتھروں سے مار کر قتل کرنا) رکھی گئی، اور غیر محصن مرد و عورت کے لیے سو کوڑے کی سزا مقرر کی گئی۔ اسی طرح مومنات کی عفت پر بہتان لگانے والے پر اٹھاسی کوڑے کی سزا رکھی گئی، اور جھوٹا بہتان لگانے والے کی گواہی کو مسترد کر دیا گیا۔ اس کے علاوہ، چوری کی سزا بھی سخت کی گئی اور اس کے لیے ہاتھ کاٹنے کی سزا رکھی گئی، اور اگر چور دوبارہ چوری کرے تو دوسرا ہاتھ بھی کاٹ دیا جائے گا؛ کیونکہ چوری دوسروں کی ملکیت پر حملہ اور لوگوں کے حقِ امان پر تجاوز ہے۔

شوریٰ: مسلم معاشرے کے درمیان:

اگر نئے اسلامی معاشرے کو ایک جسم کے طور پر سمجھا جائے جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا، تو یہ قدرتی بات ہے کہ اس میں مفادات آپس میں جڑیں گے، اہداف متحد ہوں گے، اور سماجی تعلقات آپس میں جڑ جائیں گے۔ یہ کہنا کہ اس اسلامی معاشرے میں "کل" ہر قسم کے امور اور واقعات موجود ہیں، اور اس کی سطح پر مختلف

مسائل اٹھتے ہیں، اور حالات کی سختی اور مشکل میں کچھ مشکلات ظاہر ہوتی ہیں، اور ان سب کے لیے حل اور علاج کی ضرورت ہوتی ہے۔

یہی وہ اصول ہے جسے پیغمبر اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے شوریٰ کے اصول کے طور پر قائم کیا، وہ اصول جو ہر چھوٹے اور بڑے مسئلے کا بہترین حل اور کامیاب علاج پیش کرتے ہے۔

یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ شوریٰ کے اصول کو دنیا کے سب سے عظیم "آئینی" اور "جمہوری" اصولوں میں سے ایک اصول کے طور پر بیان کیا جائے، جس کے زیر سایہ انسان کے حقوق کی ضمانت دی گئی، اور اس نے دنیا کو اس جدید اسلامی معاشرے کے تحت بہترین سیاسی نظام سے آشنا کیا، جو قیادت کے اتحاد اور عالمی اسلامی ریاست میں عدلیہ کے عدل پر قائم ہے۔

اور اس اصول میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حکام اور عوام پر عائد ہونے والی کئی ذمہ داریوں کا ذکر کیا، اور حکومتی اہلکاروں کی ذمہ داریوں کے لیے ایک قیمتی بنیاد رکھی۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اماموں کے بارے میں فرمایا:

((إن الله يرضى لكم ثلاثا، ويسخط لكم ثلاثا: يرضى لكم أن تعبدوه وحده ولا تشركوا به شيئا، وأن تعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا، وأن تناصحوا من ولاه الله أمركم)).[12]

"بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے لیے تین باتوں کو پسند کرتا ہے اور تین باتوں سے ناخوش ہے:
اللہ تمہارے لیے پسند کرتا ہے کہ تم صرف اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، اور یہ کہ تم اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو، اور نیک حکام کے ساتھ مشورہ کرنا تم پر اللہ کی طرف سے عائد کردہ ذمہ داری ہے"

وقال أيضا: ((إن الناس إذا رأو الظالم فلم يأخذوا على يديه، أوشكوا أن يعمهم الله بعقاب منه)).[13]

"اور آپ نے مزید فرمایا:

"جب لوگ ظالم کو دیکھیں اور اس کے ہاتھ نہ روکیں، تو قریب ہے کہ اللہ ان سب کو اپنے عذاب سے گھیر لے گا۔"

اسی طرح رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ذمہ داری کے نظام کو وضع کیا، اور یہ بتایا کہ کس طرح شوریٰ کے افراد اپنا فرض منصبی ادا کریں، اور جو ذمہ داری دوسروں پر عائد ہوسکتی ہے، اسے پیش کریں... اور اس کی تفصیل کو حالات کے تقاضوں کے مطابق چھوڑ دیا۔

آپ ﷺ نے (بیعت) کے لیے بھی شرائط وضع کیں جو خلیفہ، حاکم، یا اسلامی ریاست کے صدر کے انتخاب کے لیے ضروری ہیں، تاکہ اس کا مقصد پورا ہو۔ اسلامی معاشرے میں امارت نہ تو کوئی فائدہ یا فائدے کی بات ہے جسے حاصل کرنے کے لیے لوگوں کی خواہش ہو، اور نہ ہی یہ کسی شخص کا خواب ہے کہ وہ اسے لوگوں کے درمیان حاصل کرے؛ بلکہ یہ ایک ذمہ داری اور "امانت" ہے جو قیامت کے دن ذلت اور ندامت کا سبب بنے گی، سوائے اس کے جس نے اس کا حق ادا کیا اور جو اس پر فرض تھا وہ پورا کیا۔

یہ ذمہ داری شوریٰ کے نتائج میں سے ہے؛ کیونکہ اگر امت کو حکمران پر نگرانی کا حق نہ ہوتا، تو اس سے مشورہ کرنے کا حکم نہ دیا جاتا۔ اور اس پر رسول اللہ ﷺ کی شوریٰ کے اصول کے عملی اور قولی نفاذ کا بہترین نمونہ قرآن حکیم میں ذکر کیا گیا ہے:

وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ.[14]

"اور جو لوگ اپنے رب کی پکار پر لبیک کہتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں، اور ان کا کام آپس میں مشورہ کرنا ہے، اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے، اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔"

یہ آخری تصویر تھا جو رسول اللہ ﷺ کے معاشرتی یکجہتی کی جدید شکل کی عکاسی کرتی ہے، لیکن اس میں ہمارے لیے اس معاشرتی بنیاد کا تیسرا اصول بھی واضح ہے، جو اہل ذمّہ کے ساتھ حسن سلوک ہے، چاہے وہ دارالحرب میں ہوں یا دارالسلام میں۔ یہ وہ نقطہ ہے جسے ہم اختصار اور جامعیت کے ساتھ پیش کریں گے، تاکہ حالات کی مناسبت اور مقام و موقع کی تقاضوں کو مد نظر رکھا جاسکے۔

رسول اللہ ﷺ کا اہل ذمّہ کے ساتھ حسن سلوک:

یہ بات معروف ہے کہ اسلامی معاشرہ صرف مسلمانوں تک محدود نہیں تھا؛ بلکہ اس میں ایسے افراد بھی شامل تھے جو نہ تو نبی اکرم پر یمان لاتے اور نہ ہی ان کی رسالت کو تسلیم کرتے تھے، اور یہ لوگ "اہل ذمّہ" یا اہل کتاب کے طور پر جانے جاتے تھے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان اہل ذمّہ کے ساتھ اپنی تعلقات کو تین مختلف صورتوں میں وضع کیا:

بیعت، معاہدات، اور اپنے سفیروں کے ذریعے تعلقات

اس معاہدے سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اسلامی ریاست کے قیام کے آغاز میں ان اہل ذمّہ سے معاہدہ کیا، کہ جب وہ پہلی بار اس ریاست کا حصہ بنے ان کے درمیان ایک ابتدائی معاہدہ طے پایا تھا، جس کے تحت انہیں زمین، عوام اور نظام کے تحت حقوق حاصل تھے۔

مبحث سوم: مدینہ میں اسلامی اصولوں کی بنیادیں (مساجد کی تعمیر، مؤاخات، دستور کی تحریر، شوریٰ)

رسول اللہ ﷺ کا مدینہ کی طرف ہجرت کرنا، زمین پر پہلے اسلامی دور کا قیام تھا، اور یہ اس بات کا آغاز تھا کہ ایک اسلامی معاشرہ مؤسس اول خاتم النبیین محمد ﷺ کے زیر قیادت وجود میں آیا۔ آپ نے اس معاشرہ کے لیے جو اہم اصول وضع کیے، وہ درج ذیل تھے:

مساجد کی تعمیر:

سب سے پہلی بنیاد جو رسول اللہ ﷺ نے اسلامی معاشرہ کی تشکیل کے لیے رکھی، وہ مدینہ منورہ میں مساجد کی تعمیر تھی۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو آپ نے بنی النجار کے علاقے میں قیام کیا، اور آپ ﷺ کا قیام حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے تھا۔ جہاں آپ ﷺ کی اونٹنی نے اپنے قدم روکے وہ جگہ دو یتیم انصاری بچوں کی تھی، جنہیں حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کی سرپرستی حاصل تھی۔ آپ ﷺ نے وہاں زمین خریدنے کا ارادہ کیا، لیکن ان بچوں نے وہ زمین آپ کو تحفے کے طور پر پیش کی۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے قبول کرنے سے انکار کیا اور آخر کار زمین خرید لی۔

اس زمین میں درخت اور کھجوریں تھیں اور کچھ قبریں بھی تھیں جو مشرکین کی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان قبروں کو کھودنے کا حکم دیا، درختوں کو کاٹنے کا حکم دیا، اور پھر مسجد کی قبلہ طرف ان کا انتظام کیا۔[15]
تمام مسلمان اس تعمیر میں شریک ہوئے، اور اس کام کی قیادت خاتم النبیین ﷺ نے کی، جو مسلمانوں کے درمیان تعاون کا آغاز تھا۔

مساجد کی تعمیر اسلامی معاشرہ کی پہلی اور سب سے اہم بنیاد تھی۔ مدینہ آنے سے پہلے مسلمانوں کے مختلف محلے والے اپنے اپنے مقامات پر جمع ہوتے، جہاں وہ شعر و شاعری کرتے اور محفلیں سجاتے تھے۔ اس حالت میں بٹوارا اور اختلاف تھا، لیکن جب مسجد بنائی گئی، تو وہ تمام مسلمانوں کے لیے ایک مرکز بن گئی، جہاں وہ سب جمع ہو سکتے تھے۔ اس مسجد میں وہ اپنے مسائل پوچھتے، رسول اللہ ﷺ سے علم حاصل کرتے، اور آپ ﷺ کی رہنمائی میں ایک نئی زندگی کی بنیاد رکھتے۔

مسجد صرف پانچ وقت کی نماز کے لیے نہیں تھی، بلکہ وہ ایک جامعہ تھی، جہاں مسلمان اسلام کے اصول اور تعلیمات سیکھتے، وہاں مشورے اور فیصلوں کے لیے مجلسیں بھی منعقد ہوتی تھیں۔

اسلام کے نظام اور آداب میں یہ شامل ہے کہ مسلمانوں میں مختلف معاملات اور حالات میں عدل و مساوات کی روح پھیلائی جائے، لیکن یہ روح اس وقت تک نہیں پھیل سکتی جب تک مسلمان ہر روز اللہ کی بارگاہ میں ایک صف میں نہ کھڑے ہوں، اور وہ اللہ کے ساتھ عبادت میں یکجہتی کا مظاہرہ نہ کرے اور ان کے دل اپنے ایک اکیلے اور بے مثال رب سے جڑ جائیں، جو نہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس نے کسی کو جنم دیا، اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے۔ جب مسلمان اپنے گھروں میں اللہ کی عبادت کرتے اور رکوع و سجود کرتے ہو، لیکن عبادت میں اجتماع اور اشتراک کی کوئی صورت نہ ہوگی، تو اس صورت میں عدالت اور مساوات کے مفہوم کا پورا اثر معاشرے پر نہیں پڑے گا اور نفس پرستی اور خود غرضی کی علامات غالب آئیں گی۔[16]

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے معاشرتی اور ریاستی نظام میں ان معانی کو عملی طور پر لانے کے لیے سب سے پہلے مساجد کی تعمیر کی طرف توجہ دی۔

مہاجرین اور انصار کے درمیان مؤاخات:

جیسے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی مبارک دست سے مساجد کی تعمیر کی، اسی طرح آپ نے مدینہ منورہ میں اسلامی معاشرت کی تشکیل میں مہاجرین اور انصار کے درمیان مؤاخات قائم کی۔ یہ قدم اللہ تعالی کے اس ارشاد کی روشنی میں اٹھایا گیا:

"إِنَّ الَّذِينَ آمَنُواْ وَهَاجَرُواْ وَجَاهَدُواْ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللّهِ وَالَّذِينَ آوَواْ وَّنَصَرُواْ أُوْلَئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاء بَعْضٍ وَالَّذِينَ آمَنُواْ وَلَمْ يُهَاجِرُواْ مَا لَكُم مِّن وَلاَيَتِهِم مِّن شَيْءٍ حَتَّى يُهَاجِرُواْ وَإِنِ اسْتَنصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلاَّ عَلَى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ وَاللّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ "[17]

"یقیناً جو لوگ ایمان لائے، اور ہجرت کی، اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا، اور جو لوگوں نے ان کی پناہ دی اور ان کی مدد کی، وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت نہ کی، ان کے لیے تمہارے درمیان کسی قسم کی دوستی نہیں جب تک وہ ہجرت نہ کر لیں۔ اور اگر وہ دین کے بارے میں تم سے مدد طلب کریں تو تم پر ان کی مدد فرض ہے، سوائے اس قوم کے جس کے ساتھ تمہارا اور ان کا معاہدہ ہو، اور اللہ تمہارے کاموں کو دیکھنے والا ہے۔"

رسول اللہ ﷺ نے انصار اور مہاجرین کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا، جو انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے گھر میں ہوا۔ یہ کل نوے آدمی تھے، جن میں نصف مہاجرین اور نصف انصار تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں حق،

مساوات، اور محبت کے اصولوں پر بھائی بنایا، اور وہ آپس میں ایک دوسرے کے وارث بھی بنتے، یہاں تک کہ غزوہ بدر کے دوران اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی:

وَالَّذِينَ آمَنُواْ مِن بَعْدُ وَهَاجَرُواْ وَجَاهَدُواْ مَعَكُمْ فَأُوْلَئِكَ مِنكُمْ وَأُوْلُواْ الأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللّهِ إِنَّ اللّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ".[18]

"اور جو لوگ ایمان لائے اور بعد میں ہجرت کی، اور تمہارے ساتھ جہاد کیا، وہ تمہارے ہی ہیں، اور رشتہ دار بعض کو بعض پر اللہ کی کتاب میں زیادہ حق ہے۔ یقیناً اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔"

اس کے بعد وراثت کا حق رشتہ داروں کو واپس کر دیا گیا اور مؤاخات کا رشتہ ختم کر دیا گیا۔[19]

چناں چہ حضرت جعفر بن ابی طالب اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو آپس میں بھائی بنایا، حضرت حمزہ بن عبد المطلب اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کو بھائی بنایا، حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت خارجہ بن زید کو بھائی بنایا، حضرت عمر بن خطاب اور حضرت عتبان بن مالک کو بھائی بنایا، حضرت عبد الرحمن بن عوف اور حضرت سعد بن ربیع کو بھی بھائی بنایا۔

اور اس بھائی چارے کا مطلب – جیسا کہ امام غزالی نے فرمایا – یہ ہے کہ جاہلیت کی عصبیتیں ختم ہو گئیں، اب کوئی ہمت اسلام کے سوا کسی اور چیز کے لئے نہیں دکھائے گا، اور نسب، رنگ، یا وطن کی کوئی تفریق نہیں ہوگی، کوئی بھی شخص صرف تقویٰ کی بنیاد پر آگے بڑھ سکتا ہے یا پیچھے رہ سکتا ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اس اخوت کو ایک پختہ معاہدے کے طور پر بنایا، جو صرف لفظی نہیں بلکہ خون اور مال سے جڑا ہوا عمل تھا، اور اس میں ایثار، ہمدردی اور معاونت کے جذبات شامل تھے۔ اس اخوت نے نئے اسلامی معاشرے کو شاندار مثالوں سے بھر دیا۔[20]

اس اخوت کے ذریعے یہ گروہ اور افراد اسلام کے دھارے میں جذب ہو گئے اور ایک نئی اسلامی اور محبت بھری فیملی تشکیل پائی، جو توحید کی ایک لڑی سے جڑی ہوئی تھی اور آپس میں محبت اور ہمدردی کے مضبوط وعدوں سے بندھی ہوئی تھی۔ ان سب نے اپنے نسب، عصبیت اور جاہلیت کی ہر ایک خواہش کو بھلا دیا، اور سب نے اسلامی تعلق، جو ایک مضبوط دینی رشتہ ہے، کی طرف رخ کیا۔ یہ ایک عجیب بات تھی کہ وقت گزرتا گیا، واقعات رونما ہوئے اور حالات بدل گئے، لیکن جو بھائی چارہ رسول اللہ ﷺ نے قائم کیا تھا وہ ہمیشہ ان کے درمیان قائم رہا۔ یہ اللہ کی مہربانی اور قدرت کا کرشمہ تھا جس کی کوئی حد نہیں ہے۔ قرآن مجید نے اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

" وَاعْتَصِمُواْ بِحَبْلِ اللّهِ جَمِيعًا وَلاَ تَفَرَّقُواْ وَاذْكُرُواْ نِعْمَةَ اللّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاء فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنتُمْ عَلَىَ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ"[21]

"اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو، سب مل کر، اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو، اور اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو تم پر تھی جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، پھر اس نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا اور تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے، اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے، پھر اس نے تمہیں اس سے بچا لیا۔ اس طرح اللہ تمہارے لیے اپنی نشانیاں کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔"

یہ وہ دوسرا بنیادی اصول تھا جسے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اسلامی معاشرے اور اسلامی ریاست کی تشکیل میں اپنایا۔

معاہدہ مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان (معاہدوں یا دستور کا تحریر کرنا):

یہ اہم اصول تھے جو نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے نئی آئینی اقدار کے حوالے سے انجام دیے۔ اس اصول کے تحت، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مسلمانوں اور مدینے میں رہنے والے یہودیوں اور دیگر اقلیتی گروہوں کے درمیان معاہدہ کیا۔ یہ معاہدے بین الاقوامی نوعیت کے ہیں اور ان میں وہ خصوصیات ہیں جو تمام لوگوں کو، خواہ ان کا مذہب کچھ بھی ہو، قدر و منزلت کی نظر سے دیکھنے کے قابل ہیں۔ اس کے علاوہ، یہ معاہدے مسلمانوں کے لیے ایک راہ فراہم کرتے ہیں اور انہیں یہ سکھاتے ہیں کہ دیگر سماوی مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ کس طرح تعاون اور ہم آہنگی کے ساتھ زندگی گزارنی ہے، تاکہ ہر گروہ اپنی مذہبی آزادی کے ساتھ زندگی گزار سکے۔[22]

اس دستاویز میں مختلف تنظیمی اصولوں کی اہم علامتیں ہیں جو اسلامی معاشرت سے متعلق ہیں، اور ہم انہیں ذیل میں مختصر طور پر ذکر کرتے ہیں:

1. یہ دستور جو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے رب کی ہدایت سے وضع کیا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صحابہ کرام نے اسے تحریر کیا، اور اسے مسلمانوں اور ان کے ہمسایہ یہودیوں کے درمیان ایک متفقہ اساس بنایا، یہ اس بات کا واضح ثبوت تھا کہ اسلامی معاشرہ اپنی ابتدائی تشکیل سے ہی مکمل آئینی بنیادوں پر قائم ہوا تھا۔
2. یہ دستاویز اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یہودیوں کے ساتھ کیسا انصاف برتا، اور یہ بات ممکن تھی کہ یہ عدالتی مسئلہ مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان اچھے تعلقات کا باعث بنے۔[23]
3. اختلافات میں فیصلہ اللہ عزوجل اور خاتم النبیین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حوالے کرنا، اور اس دستاویز میں اللہ تعالیٰ کا ذکر مسلمانوں اور یہودیوں پر انتہائی مقدس صفات کا عائد کرتا ہے، کیونکہ یہ تمام اصول دینی اقدار پر مبنی ہیں جو

اخلاق اور عوامی مفاد کو تقویت دیتی ہیں، اور یہ اصول قرآن پاک میں نازل ہونے والی اسلامی تعلیمات کے مطابق ہیں، جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر نازل کی ہیں۔

یہ دستاویز اسلامی معاشرت میں تہذیبی اقدار کے اہم پہلوؤں کی نشاندہی کرتی ہے: ان میں سے،

پہلا: اسلامی امت ہر قسم کی قبائلی تقسیم سے بالاتر ہے۔

دوسرا: معاشرتی ہم آہنگی (تکافل) مختلف طبقات کے درمیان۔

تیسرا: عہد کے خلاف ورزی کرنے والوں کی سزا۔

چوتھا: ہر مسلمان کی امان کا احترام۔

پانچواں: اہل ذمہ اور غیر مسلم اقلیتوں کا تحفظ۔

چھٹا: سماجی تحفظ اور خون بہا کی ضمانت۔

ساتواں: فیصلے میں اسلامی شریعت کی طرف رجوع کرنا۔

آٹھواں: عقیدہ کی آزادی اور ہر طبقے کو اپنے مذہبی عبادات کی آزادی حاصل ہے۔

نواں: ریاست کی حفاظت کے لیے مالی امداد سب کی ذمہ داری ہے۔

دسواں: ہر فرقے کی مالی خودمختاری۔

گیارھواں: کسی بھی حملے کے خلاف مشترکہ دفاع کی ضرورت۔

بارھواں: مسلمانوں اور اہل کتاب کے درمیان مشورہ اور بھلائی۔

تیرھواں: ہر فرقے کو اپنے معاہدے کرنے کی آزادی۔

چودھواں: مظلوم کی مدد کرنا فرض ہے۔

پندرھواں: ہر شہری کو حفاظت کا حق حاصل ہے۔

سیاسی نظام کے اصول: (شوریٰ)

رسول اللہ ﷺ نے اس ابتدائی دور میں اسلامی معاشرت میں مختلف امور کے لیے حکومتی اصول وضع کیے تھے، اور ان اصولوں کی بنیادی یہ تھی کہ جب تک واضح حکم نہ ہو، تو شوریٰ اور اجتہاد کو اپنایا جائے۔[24]

کبھی کبھار، رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب نہیں ملتا تھا، اور یہ اللہ کی طرف سے اجتہاد کرنے کا اشارہ ہوتا تھا تاکہ اس مسئلے کا حل تلاش کیا جائے۔ اس صورت میں، رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کرتے تھے۔ اور اپنے اجتہاد اور مشورے کی روشنی میں، رسول اللہ ﷺ ایسے

مسائل میں فیصلہ فرماتے جن کے بارے میں قرآن مجید میں کوئی حکم نہیں نازل ہوا تھا۔ اگر ان کا فیصلہ صحیح ہوتا تو وہ اسی پر عمل کرتے، اور اگر ان کا فیصلہ غلط ہوتا تو وحی نازل ہو کر ان کی رہنمائی کرتی۔ اس صورت میں، رسول اللہ ﷺ اپنے اجتہاد کو ایک اندازے کے طور پر چھوڑ دیتے اور وحی سے صحیح فیصلہ آ جاتا۔

یوں اسلامی معاشرہ قرآن اور حدیث نبوی کی رہنمائی میں اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے شوریٰ کے اصول پر عمل کرتے ہوئے چلتا تھا۔ جب قرآن مجید میں کسی مسئلے کا حکم نہ ہوتا، تو رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کرام سے مشورہ کرتے اور ان کے خیالات سے استفادہ کرتے۔ یہ اللہ کے فرمان:

"فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ" [25] کے مطابق تھا۔ شوریٰ شریعت کے اصول اور فیصلہ کن احکام میں سے ہے، اور جو شخص اہل علم و دین سے مشورہ نہیں کرتا، اس کا عزل واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

"وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ" [26]

جو شخص رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت کا مطالعہ کرتا ہے، وہ محبت، اعتماد، نصیحت اور ایک دوسرے پر بھروسے کی شاندار مثالیں دیکھتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں کتنی صفائی تھی اور وہ کس قدر دوسروں کے لیے بھلائی چاہتے تھے۔ نیز، وہ یہ بھی دیکھتا ہے کہ صحابہ کرام کس طرح رسول اللہ ﷺ کی اقتداء اور پیروی کرتے تھے، اور وہ رسول اللہ ﷺ کے اس قول کو کتنا سچ مانتے تھے:

"لایؤمن أحدكم حتى يحب لأخيه ما يحب لنفسه"[27]

"تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایمان نہیں لاتا جب تک اپنے بھائی کے لیے وہی نہ چاہے جو اپنے لیے چاہتا ہے۔"

اس بات کو مزید واضح کرنے کے لیے ہم کچھ مثالیں لے سکتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام سے مشورہ کیا، چاہے وہ عمومی مسائل ہوں یا خاص۔ مثلاً، جنگ کے معاملے میں، جب رسول اللہ ﷺ کو حضرت ابو سفیان کے شام سے مال لانے کا علم ہوا[28]، تو آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ جب قریش کے لشکر کے نکلنے کا علم ہوا تو آپ نے دوبارہ مشورہ کیا، اور اس بار مہاجرین نے بہترین بات کی۔ پھر جب آپ ﷺ نے دوبارہ مشورہ کیا، تو مہاجرین نے اچھا جواب دیا، لیکن انصار نے سمجھا کہ آپ ﷺ کا مطلب ان سے ہے۔

امام نووی فرماتے ہیں: "صحابہ کرام اور اہل رائے و تجربہ سے مشورہ کرنا"۔[29] ان کا مقصد یہاں حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہم تھے، جنہوں نے بہترین بات کی۔ تاہم،

رسول اللہ ﷺ کی اس مشاورت کا مقصد خاص طور پر انصار کو شامل کرنا تھا، کیونکہ انہوں نے جنگ پر آپ ﷺ کے ساتھ بیعت نہیں کی تھی۔ جب انصار نے اس جنگ کے لیے آمادگی کا اظہار کیا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی باتوں سے رسول اللہ ﷺ کا چہرہ روشن ہو گیا اور آپ خوش ہوئے۔[30]

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کو اس غزوہ کے تمام معاملات میں مکمل مشورہ دیا اور پھر خود اجتہاد کرتے ہوئے بہترین رائے اختیار کی، جو شریعت کے اصولوں سے ہم آہنگ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہدایت دی اور ان کے فیصلے کو درستگی کی جانب رہنمائی فراہم کی۔

نظام اقتصادی کے اصول:

اسلام میں معاشی نظام کے اصول اس طرح وضع کیے گئے ہیں کہ یہ عدلیہ اجتماعی قیام کو یقینی بناتا ہے، اور اس کے اہم اصول مندرجہ ذیل ہیں:

ملکیت فردی کا اصول: اسلام فرد کی ملکیت کے حق کو تسلیم کرتا ہے، بشرطیکہ وہ دولت حلال ذرائع سے حاصل کی ہو۔ اسلام اس بات کو بھی تسلیم کرتا ہے کہ امیری اور غریبی میں فرق ہے، جو ہر فرد کی محنت اور کوشش کے مطابق ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں اس تفاوت کا ذکر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" وَاللّهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ فِي الْرِّزْقِ فَمَا الَّذِينَ فُضِّلُواْ بِرَآدِّي رِزْقِهِمْ عَلَى مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيهِ سَوَاء أَفَبِنِعْمَةِ اللّهِ يَجْحَدُونَ"[31]

اور اللہ نے تم میں سے ایک کو دوسرے پر رزق میں برتری دی ہے تو جنہیں رزق کی برتری دی گئی ہے وہ اپنا رزق اپنے غلاموں، باندیوں پر نہیں لوٹاتے کہ کہیں وہ اس رزق میں برابر نہ ہو جائیں تو کیا صرف اللہ کی نعمت سے مکرتے ہیں؟

اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ہے:

" أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَةَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضًا سُخْرِيًّا وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ"[32]

"کیا وہ تیرے رب کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں؟ ہم نے ان میں ان کی معیشت دنیا کی زندگی میں تقسیم کی ہے اور ہم نے بعض کو بعض سے درجات میں بلند کیا ہے تا کہ بعض لوگ بعض کو محنت میں لگائیں، اور تیرے رب کی رحمت ان سب چیزوں سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔"

اسی طرح، اسلام فرد کی ملکیت کا حق تسلیم کرتا ہے، اور اس میں زرعی اراضی، دکانوں، کارخانوں کی ملکیت شامل ہے۔ اسلام اس ملکیت کی حفاظت کرتا ہے اور اسے مالک کے وارثوں تک منتقل کرتا ہے اسلامی

وراثت کے قانون کے مطابق۔ اسلام حکومت کو اس ملکیت میں مداخلت کی اجازت نہیں دیتا جب تک کہ یہ عوامی مفاد کے خلاف نہ ہو، اور اس صورت میں حکومت کی مداخلت فرد کی ملکیت کے حق اور عوامی مفاد کے درمیان توازن قائم کرنے کے لیے ہوگی، جو کہ اسلام کے قانونی اصولوں میں سے ایک ہے۔

اسلام فرد کی ملکیت کے حق کو تسلیم کرتا ہے، جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا، لیکن حقیقت میں ہر چیز کا اصل مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

" لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا فِيهِنَّ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِير".[33]

"اللہ کی ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت، اور جو کچھ ان میں ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان واضح کرتا ہے کہ اللہ ہی اصل مالک ہے اور اس نے اپنے بعض بندوں کو ظاہری ملکیت کا حق عطا کیا ہے، جسے ہم فردی ملکیت کہتے ہیں۔

اس اہم حقیقت کی بنیاد پر کہ مال، اللہ کا مال ہے اور اللہ نے انسانوں کو اس میں نائب بنایا ہے، انسان کو اس مال پر مطلق تصرف کا حق نہیں ہے۔ اگر کوئی چیز مکمل طور پر کسی شخص کی ملکیت ہوتی تو وہ اس میں اپنی مرضی سے تصرف کر سکتا تھا، لیکن حقیقت میں وہ اس مال کا صرف ایک امین ہے۔ اس لئے وہ اس مال میں تصرف کرنے کے لیے اللہ کی طرف سے مقرر کردہ مخصوص اصول وضوابط کی پیروی کرتا ہے۔

غریبوں کا حق مالداروں کے مال میں:

لفظ "حق" قرآن مجید میں اس صراحت سے آیا ہے تاکہ اس معنی کو اجاگر کیا جا سکے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

" وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ"[34]

"اور ان کے مالوں میں سائل اور محروم کا حق ہے۔"

بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ زکوۃ ہی وہ واحد حق ہے جو مالدار کے مال میں فرض ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ مالدار کے مال میں دو قسم کے حقوق ہوتے ہیں:

1. **محدد اور مستقل حق:** یہ زکوۃ ہے؛ کیونکہ یہ مخصوص مقدار میں اور مخصوص اوقات میں دی جاتی ہے، اور یہ تمام حالات میں، مختلف اقسام کے مال میں ادا کی جاتی ہے۔

2. **غیر محدد حق:** یہ ایک ایسا حق ہے جو نہ تو ہمیشہ ایک ہی مقدار میں ہوتا ہے اور نہ ہی ہمیشہ ہوتا ہے، یعنی یہ ضرورت کے مطابق بڑھتا اور کم ہوتا ہے، یہ دولت کی مقدار کے مطابق مختلف ہوتا ہے، اور اس کا کوئی مخصوص وقت نہیں ہوتا۔ یہ حق صرف اس وقت ادا کیا جاتا ہے جب لوگوں یا ریاست کو اس کی ضرورت ہو، اور اگر ضرورت نہ ہو تو یہ ساقط ہو جاتا ہے۔ اسے ہم عوامی مفاد کے لیے ضروری خرچ کہہ سکتے ہیں۔

خاتمہ اور نتائج بحث:

دینِ اسلام ہر زمانے اور ہر مقام پر معاشرت کی روح ہے۔ اسلام حقیقت میں صحیح تمدن کا دین ہے، خاتم النبیین محمد ﷺ کی ذات اور قرآن کریم ہی وہ سب سے بڑے اسباب ہیں جنہوں نے نہ صرف عربوں کو بلکہ پوری دنیا کو جاہلیت سے نکالا، اور ان کے ذہنوں پر لگے مادی، دنیوی اور شرک کے بندھن توڑے۔ اسلامی معاشرہ وہ معاشرہ ہے جس میں اسلام کی روح غالب ہوتی ہے اور جس کے اراکین آپس میں تعاون کرتے ہیں، چاہے ان کا مذہب کچھ بھی ہو، تاکہ پورے معاشرے کے لیے بھلائی کو یقینی بنایا جاسکے۔

حواشی وحوالہ جات:

[1] المجتمع الإسلامي، ص39

[2] الرحيق المختوم، ص127

[3] المصدر السابق، نفس الصفحة

[4] الجمعة، 2

[5] الأنفال، 2

[6] أخرجه البخاري، حديث رقم 6011، ومسلم، حديث رقم 2586

[7] أخرجه أبوداؤد، رقم 4530 وأحمد، رقم 993

[8] رواه أحمد في "المسند"، 8/482

[9] النووي، شرح النووي على مسلم، حديث رقم، 1728، 12/395

[10] الألباني، صحيح ابي داود، رقم، 5186

[11] أخرجه البخاري، رقم 6902 ومسلم، رقم، 2158

[12] ابن باز، مجموعة فتاوى ابن باز، رقم 12/352

[13] أخرجه الترمذي، كتاب الفتن عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب ماجاء في نزول العقاب، 4/467، رقم 2168

[14] سورة الشورى:38

[15] البوطي، فقه السيرة، ص151

[16] المصدر السابق، نفس الصفحة

[17] الأنفال:72

[18] الأنفال،75

[19] الرحيق المختوم، ص133

[20] البوطي، فقه السيرة، ص156

[21] آل عمران،103

[22] المجتمع الإسلامي، ص62

[23] صحيفة الرسول صلى الله عليه وسلم لأهل المدينة، مقالة في مجلة مجمع اللغة العربية الأردنية

[24] المجتمع الإسلامي، ص65

[25] آل عمران،159

[26] الشورى،38

[27] صحيح البخاري، كتاب الإيمان، رقم الحديث:13

[28] صحيح مسلم بشرح النووي، ج12، ص124

[29] المصدر السابق، نفس الصفحة

[30] المصدر السابق، نفس الصفحة

[31] النحل،71

[32] الزخرف،32

[33] المائدة،120

[34] الذاريات،19

مصادر ومراجع:

1. القرآن الكريم
2. صالح أحمد العلي، صحيفة الرسول صلى الله عليه وسلم لأهل المدينة دراسة لمحتواها ودلالاتها على تنظيمهم، مجلة مجمع اللغة العربية الأردني، عمان، م27، ع64، 2003م
3. الإمام البخاري، داربيان الحديثة–القاهرة، ط1، 2002م
4. صفي الرحمن المباركفوري، دارلفكر، بيروت، 2008م
5. رمضان البوطي، فقه السيرة، دارالفكر– بيروت، 1993م
6. محمد الغزالي، فقه السيرة، دارلشروق– القاهرة، 2000م
7. احمدشلبي، المجتمع الإسلامي، مكتبة النهضة المصرية– القاهرة، ط9، 2000م
8. محمد فؤاد عبدالباقي، المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم، دارلكتب المصرية– القاهرة، 1364ھ/ 1945م